خطبہ جمعہ

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے عالی مقام، توکل علی اللہ، محبت قرآن کریم، عشق مسیح موعود علیہ السلام، اطاعت امام، عجز و انکسار اور خلافت پر مستحکم یقین سے متعلق نہایت ہی ایمان افروز واقعات کا دلنشیں تذکرہ

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے ذکر خیر سے احمدیوں میں توکل کا جذبہ پیدا ہوگا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کو جو عشق تھا آخرین کے دَور کے آخر تک ویسا عشق کسی کے لئے ممکن نہیں

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۱۶/مارچ ۲۰۰۱ء بمطابق ۱۶/امان ۱۳۸۰ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله—

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم— بسم الله الرحمٰن الرحيم —

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين—

مِنَ الْمُؤْ مِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ . فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (سورۃ الاحزاب آیت ۲۴)

مومنوں میں سے ایسے مرد ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ پس اُن میں سے وہ بھی ہے جس نے اپنی مَنّت کو پورا کر دیا اور ان میں سے وہ بھی ہے جو ابھی انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے ہرگز (اپنے طرز عمل میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔

گزشتہ خطبہ میں مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر خیر کیا تھا۔ کچھ آپ کے اپنے خطوط کے حوالوں سے، کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان خطوط کے جواب میں جو آپ نے بڑی غیر معمولی تعریف فرمائی ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی، اُن کے حوالہ سے میں نے کچھ باتیں پیش کی تھیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ سب سے زیادہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کو خراج تحسین حضرت مسیح موعودؑ کے اس فقرہ میں دیا گیا ہے کہ مَیں حسرت سے دیکھتا ہوں کہ کاش مجھے بھی اتنی خدمت دین کی توفیق ملے۔

اب میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی قبولیت دعا کے بعض نمونے آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

"مَیں نے کسی روایت کے ذریعہ سنا تھا کہ جب بیت اللہ نظر آئے تو اس وقت کوئی ایک دعا مانگ لو وہ ضرور قبول ہو جاتی ہے"۔ یعنی حج پر جاتے وقت پہلی دفعہ جب بیت اللہ پر نظر پڑی تو پھر جو دعا بھی کرو گے وہ قبول ہو جائے گی۔ "مَیں علوم کا اس وقت ماہر تو تھا ہی نہیں جو ضعیف و قوی روایتوں میں امتیاز کرتا۔ مَیں نے یہ دعا مانگی: "الٰہی مَیں تو ہر وقت محتاج ہوں۔ اب میں کون کون سی دعا مانگوں۔ پس مَیں یہی دعا مانگتا ہوں کہ مَیں جب ضرورت کے وقت تجھ سے دعا مانگوں تو اُس کو قبول کر لیا کر"۔ روایت کا حال تو محدثین نے کچھ ایسا ویسا ہی لکھا ہے مگر میرا تجربہ ہے کہ میری تو یہ دعا قبول ہی ہو گئی۔ بڑے بڑے نیچریوں، فلاسفروں، دہریوں سے مباحثہ کا اتفاق ہوا اور ہمیشہ دعا کے ذریعہ مجھ کو کامیابی حاصل ہوئی اور ایمان میں بڑی ترقی ہوتی گئی"۔ (مرقات الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۱۱۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے جو لکھا ہے کہ مقابلہ پر خدا تعالیٰ کی غیر معمولی تائید نصیب ہوئی۔ یہ ایک جاری تجربہ ہے۔ جماعت احمدیہ کے مخلصین میں بکثرت ایسے واقعات ملتے ہیں کہ جب ایک موقعہ پر ان کو بظاہر لاجواب کر دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی صحیح جواب کی طرف رہنمائی فرمائی اور ﴿بُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ﴾ والا معاملہ پیدا ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"دھرم پال نے جب "ترک اسلام" کتاب لکھی تو اس سے بہت پہلے مجھے ایک خواب نظر آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ مولیٰ مجھ سے فرماتا ہے کہ "اگر کوئی شخص قرآن شریف کی کوئی آیت تجھ سے پوچھے اور وہ تجھ کو نہ آتی ہو اور پوچھنے والا منکرِ قرآن ہو تو ہم خود تم کو اس آیت کے متعلق علم دیں گے"۔ جب دھرمپال کی کتاب آئی اور خدا تعالیٰ نے مجھ کو اس کے جواب کی توفیق دی۔ حروفِ مقطعات کے متعلق اعتراض تک پہنچ کر ایک روز مغرب کی نماز میں دو سجدوں کے درمیان مَیں نے صرف اتنا خیال کیا کہ مولا! یہ منکرِ قرآن تو ہے۔ گو میرے سامنے نہیں۔ یہ مقطعات پر سوال کرتا ہے۔ اُسی وقت یعنی دو سجدوں کے درمیان قلیل عرصہ میں مجھ کو مقطعات کا وسیع علم دیا گیا"۔

اب اللہ تعالیٰ جو وسیع علم عطا فرماتا ہے اس کے لئے ضروری نہیں کہ ساری تفصیل میں جتنی دیر لگتی ہے اتنی دیر انسان بیٹھا رہے۔ وہ تو ایک لمحہ ہے جس میں ساری عقدہ کشائیاں ہو جاتی ہیں۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی عقدہ کشائی دو سجدوں کے درمیان جتنا تھوڑا سا قعدہ انسان کرتا ہے اسی کے اندر ہو گئی۔ چنانچہ آپ نے ایک رسالہ نورالدین میں مقطعات کا جواب لکھا۔ پھر فرماتے ہیں اسے لکھ کر مَیں خود بھی حیران ہو گیا کہ اتنی عظیم الشان تفسیر مجھے اتنی جلدی کیسے سمجھ آئی۔ (مرقات الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۱۴۲، ۱۴۳)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی ایک پر تاثیر دعا کا اور اس کی قبولیت کا نمونہ

"آج مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ مَیں نے سمجھا اب اس دنیا میں نہیں رہوں گا۔ سو مَیں نے دو رکعت نماز پڑھی اور الحمد شریف کے بعد پہلی رکعت میں سورۃ الضُّحٰی اور دوسری رکعت میں اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کی تلاوت کی۔ پھر مَیں نے دعا کی۔ الٰہی! ہم پر ہر طرف سے غدر ہو گیا ...... الٰہی اسلام پر بڑا تبر چل رہا ہے۔ مسلمان اوّل تو سست ہیں پھر دینِ اسلام قرآن کریم اور نبی کریمؐ سے بے خبر۔ تو ان میں ایسا آدمی پیدا کر جس میں قوتِ جاذبہ ہو، وہ کاہل و سست نہ ہو، ہمت بلند رکھتا ہو۔ باوجود ان باتوں کے وہ کمال استقلال رکھتا ہو۔ دعاؤں کا مانگنے والا ہو۔ تیری تمام یا اکثر رضاؤں کو پورا کیا ہو۔ قرآن و حدیث سے باخبر ہو۔ پھر اس کو ایک جماعت بخش اور وہ جماعت ایسی ہو جو نفاق سے پاک ہو۔ تباغض ان میں نہ ہو"۔ یعنی ایک دوسرے سے بغض کرنا۔ "اس جماعت کے لوگوں میں خوب ہمت اور استقلال ہو۔ قرآن و حدیث سے واقف ہوں اور ان پر عامل اور دعاؤں کے مانگنے والے ہوں۔ ابتلاء تو ضرور آویں گے۔ ان ابتلاؤں میں ان کو ثابت قدمی عطا فرما۔ ان کو ایسے ابتلاء نہ آئیں جو ان کی طاقت سے باہر ہوں"۔

(مطبوعہ الحکم ۷/اپریل ۱۹۱۲ء بحوالہ سوانح فضل عمر جلد ۲ صفحہ ۲)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی یہ دعا بڑی جامع مانع ہے۔ مگر سب کو اس کی تفصیل یاد نہیں رہتی، نہ رہ سکتی ہے۔ پس خلاصۂ کلام یہی ہے کہ جب کوئی مشکل مقام قرآن کریم کا سمجھ میں نہ آئے تب بھی عاجزی سے اپنی لاعلمی کا خدا کے حضور اقرار کریں اور اسی سے دعا مانگیں۔ پھر جب کسی دشمن سے مناظرہ کرنا پڑے، اگرچہ عام طور پر اب تو مناظرے نہیں کئے جاتے لیکن اس زمانہ میں بہت مناظرے کئے جاتے تھے، تو اس وقت بھی اگر اللہ اور رسول کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ سے یہ استدعا کی جائے کہ وہ مناظرے میں غلبہ عطا فرمائے تو غیر معمولی غلبہ کے سامان پیدا ہوتے ہیں جس سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ مَیں نے بھی اپنی ذات میں یہ تجربہ کر کے دیکھا ہے۔ پہلے زمانوں میں، خلافت سے بہت پہلے کی بات کر رہا ہوں، جب بھی مجالس سوال و جواب میں ایسا موقعہ پیش آتا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اب اس کا میرے پاس جواب نہیں ہو گا لیکن ادھر سوال ختم ہوا ادھر ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب القاء ہو جاتا تھا اور واقعۃً بُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ والی کیفیت پیدا ہوتی تھی۔

چوہدری غلام محمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح اول کی دعا کی قبولیت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"۱۹۰۹ء کے موسم برسات میں ایک دفعہ لگاتار آٹھ روز بارش ہوتی رہی جس سے قادیان کے بہت سے مکان گر گئے۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے قادیان سے باہر نئی کوٹھی تعمیر کی تھی وہ بھی گر گئی۔ آٹھویں یا نویں روز حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے فرمایا کہ میں دعا کرتا ہوں آپ سب لوگ آمین کہیں۔ دعا کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ آج میں نے وہ دعا کی ہے جو حضرت رسول کریم ﷺ نے ساری عمر میں صرف ایک دفعہ کی تھی"۔ وہ کون سی دعا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ساری عمر میں صرف ایک دفعہ کی تھی۔ بارش برسنے کی دعا تو آپ نے بارہا کی تھی مگر بارش رکنے کی دعا صرف ایک دفعہ کی ہے۔ اور کہیں کسی حدیث میں یا کسی روایت میں اس کا ذکر نہیں ملتا کہ رسول اللہ ﷺ نے بارش رکنے کی دعا کی ہو۔ حَوَالَیْنَا وَلَاعَلَیْنَا۔ یعنی ہمارے گرد و پیش تو بے شک برسے۔ اب ہم پر بس کافی ہو گئی ہے۔ "یہ دعا بارش بند ہونے کی دعا تھی۔ دعا کے وقت بارش بہت زور سے ہو رہی تھی"۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ روایت ہے کہ اس وقت بارش بہت زور کی ہو رہی تھی۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح اول نے یہ دعا بند کی تو اسی وقت بارش تھم گئی۔ "اور عصر کی نماز کے وقت آسمان بالکل صاف تھا اور دھوپ نکلی ہوئی تھی۔"

(اصحاب احمد جلد نمبر ۸ صفحہ ۷۱)

سردار عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر لاہور نے تحریر فرمایا ہے کہ مَیں دفتر اکاؤنٹنٹ جنرل ریاست پٹیالہ میں سپرنٹنڈنٹ تھا۔ مجھے لاہور تبدیل کرنے کی تجویز ہوئی۔ تبدیلی کا تصور کر کے مجھے بہت گھبراہٹ ہوئی اور مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعا کے لئے لکھا۔ حضور نے حسبِ ذیل جواب دیا۔

"آپ بہت استغفار کریں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ہے کہ جب انسان کسی دروازہ پر بھروسہ کر بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ وہ دروازہ بند کر دیتا ہے۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ تاجروں کی دوکان میں کبھی نقصان ہو جاتا ہے تو وہ تجارت پر گھمنڈ نہ کریں۔ زمیندار کا خرمن جلتا ہے۔ اس طرح ایک حال سے دوسرے حال پر بدلاتا ہے یہاں تک کہ اللہ ہی بھروسہ ہو جائے۔ آپ ذرہ بھی نہ گھبرائیں۔ اللہ تعالیٰ خالق، مالک، رازق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز آپ کو ضائع نہیں کرے گا"۔

وہ لکھتے ہیں: "حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی اس دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں میرا تبادلہ بمنظوری مہاراجہ بہادر ریاست پٹیالہ دسمبر ۱۹۱۰ء لاہور ہو گیا اور وہ تبادلہ میرے لئے بہت ہی بابرکت ثابت ہوا اور مَیں ایک آزاد افسر کی حیثیت سے ریاست کی چونتیس (۳۴) سال سروس کر کے ۱۰/اپریل ۱۹۳۵ء کو پنشن پر ریٹائر ہوا اور اسی دن جیمز کری اینڈ کمپنی، ریلوے آڈیٹرز (James Currie & Co. Railway Auditors) لاہور میں ملازم ہو گیا۔ پارٹیشن کے بعد مالکان کمپنی جو انگریز تھے ۱۹۴۹ء میں لندن چلے گئے اور کمپنی میرے نام منتقل کر گئے۔ یکم اپریل ۱۹۴۹ء سے مَیں اس کمپنی کا بحیثیت پروپرائٹر کام کر رہا ہوں اور جب تک اللہ چاہے گا یہ کام جاری رہے گا، اور، یہ عظیم مرتبہ اور یہ اتنی بڑی جائیداد یہ سب چیزیں محض حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی دعا ہی کا نتیجہ تھیں۔

حضرت مولوی محمد حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سبز پگڑی والے مشہور ہیں وہ ہمیشہ سبز پگڑی پہنا کرتے تھے۔ ان کی روایت ہے:

"۱۹۱۰ء میں طاعون کی وبا دوبارہ قادیان میں پھیل گئی اور مَیں بھی اس بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ جتنے بھی غیر احمدی اس وبا کا شکار ہوئے تھے کوئی بھی جانبر نہ ہو سکا تھا۔ اس لئے جس وقت کسی کو طاعون ہو جاتی تو فوراً اس کی قبر کھودنے کا انتظام کر دیا جاتا۔ میرا مرنا بھی مشہور ہو گیا۔ میرے والدین کو اس بات کا شدید صدمہ تھا۔ باربار حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں حاضر ہو کر میری حالت سے آگاہ کرتے رہے۔ ایک دن میری حالت اتنی خراب ہو گئی کہ لمحوں کا مہمان نظر آنے لگا اور موت کے آثار دکھائی دینے لگے۔ میرے والد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے پاس نماز ظہر کے وقت مسجد اقصیٰ میں پہنچے۔ حضور نے میرے والد صاحب سے پوچھا کہ بچے کا کیا حال ہے۔ میرے والد صاحب نے جواب دیا کہ اب آخری وقت معلوم ہوتا ہے اور آنسو ٹپکنے شروع ہو گئے۔ حضور نے مصلّے پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا کہ میاں صاحب کا بیٹا سخت بیمار ہے اس لئے خداتعالیٰ کے دربار میں اس کی صحت کے لئے ایسے دردِ دل سے دعا کریں جو خداتعالیٰ منظور ہی کر لے اور پھر نماز میں بہت گڑگڑا کر دعا کی گئی۔ میرے والد صاحب نے فرمایا کہ مجھے یقین ہو گیا کہ اب میرا بچہ ضرور اس موذی مرض سے شفا پائے گا۔ نماز کے بعد حضور نے بھی میرے والد صاحب کو تسلی دی۔ جب آپ گھر کے پاس پہنچے تو مکرم بابا حسن محمد صاحب والد مولوی رحمت علی صاحب مبلغ جاوا ملے اور کہنے لگے کہ مجھے آپ کے بیٹے کا بہت افسوس ہے۔ میرے والد صاحب گھبرا گئے اور گھر تک دونوں ہی آئے۔ پتہ چلا کہ مجھے بیہوشی ہے مگر سانس چلتا ہے۔ آپ نے سجدہ شکر کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے قدرے ہوش آیا اور مَیں نے اپنا خواب سنانا شروع کیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ مَیں فوت ہو گیا ہوں اور مجھے نہلا کفنا کر عیدگاہ والے قبرستان میں لے گئے ہیں۔ میری آنکھیں بند ہیں مگر مَیں سب کچھ دیکھتا ہوں"۔

یہ جو تجربہ ہے Near Death کا تجربہ، اس پر بہت سے سائنسدانوں نے تحقیق کی ہے اور حیرت انگیز انکشافات کئے ہیں کہ بسا اوقات ایک انسان کو مردہ سمجھ کر جب سب ڈاکٹر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں تو اس کی روح سارا نظارہ دیکھتی ہے جو پیچھے ہو رہا ہے۔ ہمارے ڈاکٹر حمید مرحوم، ان کی بیگم ساجدہ صاحبہ ان کا بھی یہی تجربہ ہے جس سے یقین ہوتا ہے کہ ڈاکٹروں کی باتیں مصنوعی نہیں بلکہ سچ مچ ایسا ہی ہوتا ہے۔ وہ کینسر کی مریضہ تھیں۔ انہوں نے بھی ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ میں فوت ہو گئی ہوں اور پورا ہسپتال کا نظارہ دکھایا گیا اور وہ کمرے بھی جو وہ جانتی بھی نہیں تھیں کہ وہاں اس قسم کے کمرے ہیں وہ کمرے بھی دکھائے گئے اور لوگ وہاں جا کر چھپ چھپ کر روتے تھے۔ پھر اچانک میری دعا کے نتیجہ میں جو اس ساعت میں مَیں نے دعا کی کہ اے مولا! ابھی نہیں، ابھی کچھ دیر مجھے اور گزارنے دے۔ میری روح واپس آئی اور اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ جب یہ واقعہ ہوا تو انہوں نے سارے ہسپتال کا نقشہ دکھا دیا کہ یہ یہ کمرہ تھا، یہاں یہ ہو رہا تھا، وہاں وہ ہو رہا تھا اور وہ بالکل اسی طرح تھا۔ اب میں روایت کی طرف واپس آتا ہوں۔

"تھوڑی دیر بعد مجھے قدرے ہوش آیا اور میں نے اپنا خواب سنانا شروع کیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں فوت ہو گیا اور مجھے نہلا کفنا کر عیدگاہ والے قبرستان میں لے گئے ہیں۔ میری آنکھیں بند ہیں مگر میں سب کو دیکھتا ہوں اور ان کی باتیں سنتا ہوں مگر بول نہیں سکتا۔ میری چارپائی کو قبر کے پاس لے جا کر رکھ دیا ہے اور شیخ جھنڈو خوجہ جو ہمارا ہمسایہ تھا اور جس کی فروٹ کی دوکان مسجد اقصیٰ کے کونے پر تھی میری قبر کو صاف کر رہا تھا۔ جب کفن میں سے مَیں نے اسے صفائی کرتے دیکھا اور بلا کر کہا کہ مَیں نے دوبارہ اس دنیا میں نہیں آنا ذرا لحد کو خوب صاف کر دو۔ اس نے جواب دیا کہ مَیں نے لحد کو خوب صاف کر دیا ہے اور اب مَیں اس میں باریک ریت بچھانے لگا ہوں تاکہ کوئی کنکر وغیرہ نہ چبھے اور بیچ میں لیٹ کر دیکھتا ہوں کہ لحد تنگ تو نہیں ہے اور پھر خود اس میں لیٹ جاتا ہے۔ اور مجھے ایک خوبصورت مسجد دکھائی دیتی ہے اور مَیں شیخ صاحب سے کہتا ہوں کہ تم قبر کو اچھی طرح صاف کر دو مَیں جاتے جاتے آخری مرتبہ نماز مسجد میں ادا کر آؤں۔ مَیں اٹھ کر مسجد میں چلا گیا اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگا تو مجھے ہوش آ گیا اور شیخ صاحب قبر ہی میں رہ گئے۔ تھوڑے سے وقفہ کے بعد شیخ صاحب کے مکان سے رونے کی آواز یکبارگی میرے کان میں پڑی تو مَیں نے کہنا شروع کر دیا کہ شیخ جھنڈو فوت ہو گئے ہیں۔ مگر میری کمزور حالت کو دیکھ کر میرے والدین نے شیخ جھنڈو کی وفات کی خبر مجھ سے چھپائے رکھی مگر مَیں نے دریافت کر کے ہی چھوڑا کہ واقعی شیخ صاحب قبر میں پہنچ گئے ہیں۔ مَیں خداتعالیٰ کے خاص فضل سے تندرست ہو گیا۔ صرف میری دائیں آنکھ پر اس بیماری کا اثر پڑا، باقی جسم ٹھیک رہا۔ الحمد للہ۔ چونکہ میں سخت بیمار رہا تھا اور کمزوری حد سے تجاوز کر چکی تھی اور کچھ کھانے پینے کو جی نہ چاہتا تھا۔ گھر والے کچھ نہ کچھ کھانے پر مجبور کرتے۔ ان کے باربار اصرار پر مَیں نے کہا کہ دال ماش کی کھچڑی پکائیں اور اس میں سے نصف حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کھائیں گے تو پھر مَیں کھاؤں گا ورنہ کچھ نہیں کھاؤں گا۔ میری والدہ صاحبہ اسی وقت حضور کے گھر گئیں اور سارا قصہ سنا دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت حکم دیا کہ اسی قسم کی کھچڑی بناؤ۔ لہذا ایسا ہی کیا گیا اور اس میں سے دو چار لقمے حضور نے کھائے اور باقی حصہ چمچ سمیت میرے لئے بھیج دیا۔ متواتر ایک ہفتہ حضور اسی طرح کرتے رہے۔ اے خدا اُن کو جنت الفردوس میں خاص مقام عطا فرما اور ان کی اولاد پر بھی رحم فرما"۔

('میری یادیں' حصہ اول از حضرت مولانا محمد حسین صاحب صفحہ ۱۶،۱۸)

حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی کی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے بارہ میں ایک روایت ہے۔

"ایک روز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک احمدی فوجی انڈین آفیسر ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حضورؓ! آپ دعا کریں کہ میں لڑائی میں بھی نہ جاؤں اور مجھے تمغہ بھی مل جائے"۔ اس احمدی فوجی کا نام یہاں نہیں لکھا ہوا۔ بہرحال شیخ فضل احمد صاحب کی روایت ہے یہ۔ "حضور آپ دعا کریں کہ میں لڑائی میں بھی نہ جاؤں اور مجھے تمغہ بھی مل جائے۔ میں نے کہا کہ ہمیں تو آپ کے قواعد کا علم نہیں ہے۔ معلوم نہیں کہ تمغہ کس طرح ملا کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ میڈل اُسے ملتا ہے جو لڑائی میں جائے۔ میں نے کہا کہ پھر آپ کو بغیر لڑائی میں جانے کے کیونکر مل سکتا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ حضور دعا فرمائیں۔ ہم نے کہا۔ اچھا ہم دعائیں کریں گے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ آئے اور بتلایا کہ حضور کی دعا سے مجھے تمغہ مل گیا ہے۔ اور دریافت کرنے پر بتلایا کہ میں بیس (Base) کیمپ میں تھا کہ میرے نام حکم پہنچا کہ لڑائی کے میدان میں پہنچو۔ میں ڈرا مگر چل پڑا۔ ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا مگر وہ سرحد پار کر چکا تھا جس کے عبور کرنے پر ایک فوجی افسر تمغہ کا حقدار تصور ہوتا ہے"۔ یعنی لڑائی کی وہ حالت جس سے آگے جب کوئی نکل جائے پھر لڑائی میں حصہ لے یا نہ لے اس کو تمغہ مل جاتا ہے۔ "کہ پھر حکم ملا کہ واپس چلے آؤ، صلح ہو گئی ہے اور لڑائی بند ہے۔ اس طرح حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا سے میں لڑائی پر بھی نہیں گیا اور مجھے تمغہ بھی مل گیا۔

(اصحاب احمد جلد نمبر ۳ صفحہ ۷۷)

پھر فرماتے ہیں کہ:

"دوسرا واقعہ یہ ہے کہ میرے ایک دوست تھے جن کی عمر اسّی برس کے قریب تھی۔ میرے ساتھ وہ بڑی ہی محبت کا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ مَیں نے اُن کو بہت ترغیب دی کہ آپ شادی کرلیں مگر وہ مضائقہ کرتے تھے۔ میری وجاہت بھی ان کے دل پر بڑی تھی۔ آخر انہوں نے شادی بھی کرلی۔ اللہ تعالیٰ کے عجائبات قدرت میں سے ہے کہ اُن کے گھر میں حمل ہو گیا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی...... دوسرے سال پھر حمل ہوا اور لڑکا پیدا ہوا...... میری طبّی آمدنی اُس وقت اتنی قلیل تھی کہ ہم میاں بیوی دو آدمیوں کے لئے بھی گونہ مشکلات پڑ جاتے تھے۔ جب اُن کے لڑکا پیدا ہوا تو انہوں نے بعض آدمیوں کو مبارکباد کے لئے میرے پاس روانہ کیا۔ میری حالت تو خود بہت کمزور تھی مگر مجھے کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑا"۔ جب بچہ پیدا ہو تو رواج ہے۔ یہ آجکل بھی چل رہا ہے کہ بچہ کی منہ دکھائی پر کچھ پیش کیا جاتا ہے۔ کوئی بچے کے سوٹ، کوئی اور تحفہ۔ "میری حالت تو خود بہت کمزور تھی مگر مجھے کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑا۔ پھر ایک دفعہ مَیں چھاؤنی شاہ پور میں گیا۔ وہاں سے مجھے کچھ روپے مل گئے تھے۔ مَیں اس خیال سے کہ انہوں نے مجھے کچھ مالی امداد نہیں دی، ان کے گاؤں چلا گیا۔ وہ اپنے گاؤں کے بہت سے وہ لڑکے جو اُن کے لڑکے کے قریب پیدا ہوئے تھے جمع کر کے لائے اور سب کو کہا کہ تم سلام کرو۔ مجھ کو ان لڑکوں کی تعداد اور اپنی جیب کے روپیوں میں کچھ مناسبت معلوم نہ ہوئی تو مَیں نے جو کچھ میری جیب میں تھا، سب اُن کے لڑکے کو دے دیا۔ اس کو انہوں نے فال نیک سمجھا گویا یہ لڑکا امیر ہوگا اور باقی لڑکے اس کے دست نگر رہیں گے۔ اس کے ہاتھ سے ان بچوں کو تقسیم کرادیا۔ جب مَیں گھر میں پہنچا تو ایک میرے مکرم دوست حکیم فضل الدین نے مجھ سے کہا کہ یہ تو یوں کچھ دیتے نہیں، آپ اس لڑکے کے لئے ایک لباس بنوا کر بھیج دیں۔ وہ لباس بمبئی میں تیار کرایا گیا۔ جیسا وہ قیمتی تھا ویسا ہی وہ عمر کے لحاظ سے جوان آدمی کے قابل تھا۔ وہ لباس مَیں نے کسی آدمی کی معرفت ان کو بھیج دیا۔ اس لباس کی وسعت مقدار کو دیکھ کر اُس رئیس نے یہ تفاؤل لیا کہ یہ لڑکا جوان ہوگا اور وہ لباس جوانی کے وقت کے لئے محفوظ رکھا"۔ یعنی جو لباس تیار کیا تھا وہ بچہ کا نہیں تھا بلکہ بڑی عمر کے انسان کے لئے تھا۔ "جب وہ آدمی واپس آیا تو مَیں نے حکیم فضل الدین صاحب سے کہا کہ مال کا نام قرآن کریم نے فضل رکھا ہے۔ یہ فضل سے حاصل ہوتا ہے"۔ اب نماز کے لئے جب آپ مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو اس وقت یہ دعا کرتے ہیں اِفْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور جب مسجد سے باہر جاتے ہیں پھر دعا کرتے ہیں اِفْتَحْ لِی اَبْوَابَ فَضْلِكَ۔ تو یہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہی کی تشریح ہے کہ فضل مال کو کہتے ہیں۔ "مجھ کو تو یہ فائدہ حاصل ہوا ہے کہ مَیں مخلوق پر قطعاً اب کبھی بھروسہ نہ کروں گا اور خدا تعالیٰ اب مجھ کو اپنے خاص کارخانہ سے رزق بھیجے گا اور مَیں آئندہ ارادہ بھی نہ کروں گا کہ کسی کو قیمتاً دوائی دوں۔ یہ ایک امارت اور دولت مندی کی راہ تھی جو مجھ کو اس دن عطا ہوئی۔ الحمد للہ ربّ العالمین"۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین، صفحہ ۱۵۵ تا ۱۵۷)

ایڈیٹر الحکم حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں کہ:

"ایک روز بعد مغرب مَیں آپ کی خدمت میں حاضر تھا، چند اور احباب بھی موجود تھے۔ فرمایا: بیماری کا ابتلا بھی عجیب ہوتا ہے۔ اخراجات بڑھ جاتے ہیں اور آمدنی کم ہو جاتی ہے اور دوسرے لوگوں کی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ میری آمدنی کا ذریعہ بظاہر طب تھا۔ اب اس رشتہ کو بھی اس بیماری نے کاٹ دیا ہے۔ جو لوگ میرے حالات سے واقف نہیں، وہ جانتے تھے کہ اس کو طب ہی کے ذریعہ سے ملتا ہے۔ مگر اب اللہ تعالیٰ نے اس تعلق کو بھی درمیان سے نکال دیا۔ میری بیوی نے آج مجھے کہا کہ ضروریات کے لئے روپیہ نہیں۔ اور مجھے یہ بھی کہا کہ مولوی صاحب! آپ نے کبھی بیماری کے وقت کا خیال نہیں کیا کہ بیماری ہو تو گھر میں دوسرے وقت ہی کھانے کو نہیں ہوگا۔ مَیں نے اسے کہا کہ میرا خدا ایسا نہیں کرتا۔ مَیں روپیہ تب رکھتا جو خدا تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا"۔ (حیات نور صفحہ ۴۷۱)

یہ روایتیں تو بہت کثرت سے ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بہت کتب بھی لکھی گئی ہیں لیکن میرے خیال میں اس ذکر خیر سے بھی احمدیوں میں بہت توکل کا جذبہ پیدا ہوگا اور توکل کا مقام بہت عظیم مقام ہے۔ توکل سے ہی حقیقی توحید کا پتہ چلتا ہے۔ اگر توکل نہ رہے تو کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

قرآن کریم سے عشق کے معاملہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام بہت ہی بلند تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں:

"مجھے قرآن کے برابر پیاری کوئی کتاب نہیں ملی۔ اس سے بڑھ کر کوئی کتاب پسند نہیں، قرآن ہی کافی کتاب ہے"۔

نیز فرمایا: "میں نے دعا کی کہ وہ مجھے ایسی دعا سکھادے جو ایک جامع دعا ہو۔ پس یہ دعا میرے دل میں ڈالی گئی کہ مضطر ہو کر جو کچھ بھی مانگوں وہ مجھے دے دے۔ اب اس دعا کے ذریعے سے خدا تعالیٰ نے مجھے قرآن کی محبت دی"۔

حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک موقع پر فرماتے ہیں: "میرے پاس کوئی ایسا چاقو نہیں جس سے میں اپنا دل چیر کر تمہیں دکھلا سکوں کہ مجھے قرآن سے کس قدر محبت اور پیار ہے"۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب حضورؓ مہاراجہ جموں کے شاہی طبیب تھے تو آپؓ نے بعض خدمتگاروں کو جو سب ہندو تھے قرآن سنانا شروع کیا۔ دو روز بعد خزانہ کا افسر رتی رام کہنے لگا: دیکھو! ان کو قرآن شریف سنانے سے روکو، ورنہ میں مسلمان ہو جاؤں گا۔

آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر خدا تعالیٰ نورالدین سے پوچھے کہ تمہیں کونسی چیز سب سے زیادہ پسند ہے تو مَیں تو یہی کہوں کہ مجھے قرآن مجید دیا جاوے"۔ (حیات نور صفحہ ۳۲۱)

ظاہری قرآن کریم تو سب کے پاس ہوتے ہیں یہاں مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کی معرفت عطا کی جاوے۔

حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحبؓ کا بیان ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے بار بار شاید پچاس مرتبہ مجھے فرمایا کہ مولوی نورالدین صاحب کی تفسیر قرآن، آسمانی تفسیر ہے۔ ان سے قرآن پڑھا کرو اور اگر تم نے دو تین سپارے بھی سنے یا پڑھے تو تم کو قرآن شریف سمجھنے کا مادہ اور تفسیر کا ملکہ پیدا ہو جائے گا۔

یکم اپریل ۱۹۱۳ء کی شام کو مسجد اقصیٰ میں درس دیتے ہوئے اچانک حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کو ضعف ہو گیا۔ پہلے بیٹھے پھر لیٹ گئے۔ ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے۔ چلنے کی قوت نہ رہی۔ چارپائی پر اٹھا کر لائے مگر راستہ میں جب مسجد مبارک کے پاس پہنچے تو فرمایا مجھے گھر نہ لے جاؤ مسجد میں لے جاؤ۔ بمشکل تمام مسجد کی چھت پر پہنچ کر نماز مغرب پڑھی۔ باوجود اس تکلیف کے، بعد نمازِ مغرب ایک رکوع کا درس دیا۔ پھر چارپائی پر اٹھا کر گھر لائے۔ رات کو افاقہ ہوا۔ صبح پھر درس دیا اور بیماروں کو دیکھا"۔ (حیات نور صفحہ ۲۰۶-۲۰۷)

حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "مجھے .... تاریخ ابن خلدون کا شوق تھا۔ کوئی تاجر لایا۔ ستر روپیہ اُس نے قیمت کہی۔ مَیں نے کہا کہ باقساط تو روپیہ مَیں دیدوں گا، یکدم میرے پاس نہیں ہے لیکن اس تاجر نے قسطوں کو پسند نہ کیا۔ جب مَیں ظہر کی نماز کے لئے مطب میں آیا تو وہ کتاب وہاں رکھی دیکھی۔ ہر چند مَیں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون رکھ گیا ہے لیکن کسی نے پتہ نہ بتایا۔ نہ تاجر کا کچھ پتہ چلا۔ کبھی کبھی مَیں مطب میں ذکر کر دیا کرتا تھا۔ آخر ایک دن ایک بیمار نے کہا کہ یہ کتاب ایک سکھ رکھ گیا تھا جس کو مَیں صورت سے تو پہچانتا ہوں لیکن نام نہیں جانتا۔ وہ یہاں تحصیل میں بہت آتا جاتا رہتا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ اس سکھ کو لے آیا۔ مَیں نے اس سے پوچھا کہ یہ کتاب آپ نے کس طرح رکھی۔ اس نے کہا کہ "آپ کی مجلس میں ذکر ہوا تھا کہ آپ کے پاس روپیہ نہیں لہٰذا مَیں نے ستر روپیہ دے کر کتاب خرید لی اور یہاں رکھ دی تھی اور یہ ستر روپیہ مَیں نے فلاں امیر سے وصول کر لیا تھا کیونکہ ان کا ہم کو حکم ہے کہ نورالدین کو جب کوئی ضرورت ہوا کرے بلا ہمارے پوچھے روپیہ خرچ کر دیا کرو۔ چنانچہ مجھ کو یہ موقع مل گیا اور مَیں نے اُن کے حکم کے موافق

روپیہ خرچ کیا۔ میرے پاس بھی چونکہ ستر روپیہ آگئے تھے"۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت تک آپ کے پاس بھی کسی ذریعہ سے ستر روپے پہنچ گئے تھے۔ "میرے پاس بھی چونکہ ستر روپے آگئے تھے۔ مَیں نے ستر روپے اس امیر کے پاس واپس کردیئے۔ میرا آدمی دوپہر کے وقت وہاں پہنچا اور روپے پیش کئے جن کو انہوں نے بڑے غضب اور رنج سے لیا اور اس آدمی کو روٹی بھی نہ کھلائی۔ پھر میرے بڑے بھائی کو بلایا اور کہا کہ ہم نے نوردین کے لئے جب سوچا تو کوئی حد نذرانہ کی ہم کو نظر نہ آئی اس لئے ہم نے یہ تجویز کیا تھا کہ ہم سارے ہی اس کے ہیں اور ہم نے اپنے نوکروں کو حکم دیدیا تھا کہ جب ان کو کوئی ضرورت پیش آئے تو بلادریغ روپیہ خرچ کردیا کریں مگر انہوں نے ستر روپیہ واپس بھیجا، ہم کو اس سے بہت رنج ہوا ہے۔ اب کیا کریں؟۔ ہمارے بھائی صاحب نے ستر روپیہ تو آپ سے لے لیا اور اس رئیس سے کہہ دیا کہ ہم اس کو سمجھادیں گے۔ مجھ کو آکر ملامت کی اور بتادیا کہ وہ ستر روپیہ ہم نے لے لیا ہے۔ گویا یہ ایک رقم تھی جو ہم کو وصول ہوئی۔ توکّل علی اللہ کی خوشی کے مقابلہ میں یہ رقم مجھ کو واپس لینی گوارا بھی نہ تھی"۔

(مرقاۃ الیقین فی حیاتِ نورالدین، صفحہ ۱۵۷،۱۵۸)

اب حضرت خلیفۃ المسیح اول کے بھائی نے وہ ستر روپے جیب میں ڈال لئے اور بیچارے امیر کو پتہ بھی نہیں چلا کہ یہ روپے گئے کہاں۔ لیکن خوش ہو گیا کہ بہر حال حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کو پہنچ گئے۔

ایک دفعہ ایک دوست اپنی کافی بڑی رقم جو آپؓ کے پاس امانتاً رکھوائی ہوئی تھی، واپس لینے آئے۔ آپؓ نے فرمایا کہ ظہر کی نماز کے بعد آکر لے جائیں۔ نماز کے بعد آپؓ نے اپنی صدری مولوی محمد جی صاحب کو دی کہ اسے لٹکادو۔ مولوی محمد جی صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے صدری کی جیبوں کی اچھی طرح تلاشی لی لیکن وہ بالکل خالی تھیں اس پر مجھے خیال آیا کہ جیبوں میں تو ایک پیسہ نہیں، دیکھتے ہیں حضورؓ اپنے وعدہ کی ادائیگی کس طرح کرتے ہیں۔ اتنے میں وہ شخص آگیا۔ حضورؓ نے فرمایا، میری صدری پکڑاؤ اور پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر رقم نکال کر اس شخص کو دیدی اور کہا گن لو۔ اُس دوست نے رقم گنی اور کہا کہ رقم پوری ہے۔ مولوی محمد جی صاحب کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہمیں یقین ہو گیا کہ رزق کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ خود حضورؓ کا متکفّل ہے اور پھر آئندہ تجسس کرنا بھی چھوڑ دیا۔

ایک بہت دلچسپ واقعہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ خود بیان فرماتے ہیں کہ:

"مہاراجہ کشمیر کی ملازمت چھوڑتے وقت آپؓ کے ذمہ ایک لاکھ پچانوے ہزار روپے کا قرض تھا"۔ اب اندازہ کریں کہ اس زمانے کا روپیہ کتنا ہوگا یعنی آج کل کے حساب سے دیکھا جائے تو لازماً یہ قرض کروڑوں میں پہنچتا ہے مگر چونکہ آپ خدمت خلق پر خرچ کرتے تھے اس لئے بلا تکلف قرض لیتے جاتے تھے اور خدا کی راہ میں خرچ کرتے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس قرض کی واپسی کا انتظام عجیب طریقہ پر فرمایا۔ "سیاسی حالات کے تحت جب مہاراجہ نے آپؓ کو ملازمت سے فارغ کردیا تو بعد میں اُسے یہ خیال آیا کہ آپؓ کے ساتھ ظلم اور ناانصافی ہوئی ہے۔ چنانچہ اُس نے آپؓ کو واپس بلانے کی کوشش کی تو آپؓ نے (جو اُس وقت قادیان پہنچ چکے تھے) فرمایا کہ اگر مجھے ساری دنیا کی حکومت بھی مل جائے تو میں اس جگہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ ...... چونکہ مہاراجہ صاحب کو ناانصافی کا شدت سے احساس تھا اس لئے اُس نے اس کے ازالہ کی یہ تجویز سوچی کہ اب کی مرتبہ جنگلات کا ٹھیکہ صرف اسی شخص کو دیا جائے جو منافع کا نصف حضرت مولوی صاحبؓ کو ادا کرے۔ چنانچہ اسی شرط کے ساتھ ٹنڈر طلب کئے گئے"۔ اب دیکھیں اللہ تعالیٰ پر توکل کا کیسا عظیم الشان نشان ظاہر ہوتا ہے۔"

جس شخص کو یہ ٹھیکہ ملا، جب سال کے آخر میں اُس نے اپنے منافع کا حساب کیا تو خدا تعالیٰ کی حکمت سے اُسے ٹھیک تین لاکھ نوے ہزار روپے منافع ہوا جس کا نصف ایک لاکھ پچانوے ہزار بنتا ہے اور اسی قدر روپیہ حضورؓ کے ذمہ قرض تھا۔ چنانچہ جب یہ روپیہ آپؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ یہ رقم فلاں سیٹھ کو دیدی جائے، ہم نے اُس کا قرض دینا ہے۔ جب دوسرے سال بھی اُسی شرط پر ٹھیکہ دیا گیا اور ٹھیکیدار نے منافع حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا تو آپؓ نے وہ رقم لینے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ نہ اس کام میں میرا سرمایہ لگا، نہ میں نے محنت کی، مَیں اس کا منافع لوں تو کیوں لوں؟ ٹھیکیدار نے عرض کی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور اپنا حصہ لیں ورنہ آئندہ مجھے ٹھیکہ نہیں ملے گا۔ آپؓ نے فرمایا، اب خواہ کچھ ہی ہو، میں یہ روپیہ نہیں لوں گا۔ اُس نے کہا پھر پچھلے سال کیوں لیا تھا؟۔ فرمایا، وہ تو میرے ربّ نے اپنے وعدے کے مطابق میرا قرض اتارنا تھا۔ جب وہ اتر گیا تو اب میں کیوں لوں؟۔ اس پر وہ ٹھیکہ دار واپس چلا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

(بھیرہ میں) ایک سرکاری زمین تھی جس کو کمیٹی کی زمین کہتے تھے۔ مَیں نے اپنے ایک دوست مستری سے کہا کہ تم اس زمین پر مکان بناؤ اور ایک ہندو سے کہا کہ تم روپیہ دیدو۔ مکان بننا شروع ہو گیا۔ .... اس مکان کے بننے میں جب بارہ سو روپیہ خرچ ہو گیا تو مجھ کو خیال آیا کہ کہیں وہ ہندو اپنا روپیہ نہ مانگ بیٹھے۔ مَیں اسی خیال میں تھا کہ میرے ایک دوست ملک فتح خانؒ صاحب گھوڑے پر سوار میرے پاس آئے اور فرمایا کہ مَیں راولپنڈی جاتا ہوں کیونکہ لارڈ لٹن نے دلّی میں دربار کیا ہے۔ بڑے بڑے رئیس تو دلّی بلائے گئے ہیں اور چھوٹے رئیس جن میں سے وہ ملک فتح خان بھی تھے راولپنڈی جمع ہوں گے اور انہی تاریخوں میں راولپنڈی میں دربار ہوگا۔ ہم راولپنڈی بلائے گئے ہیں۔ مَیں نے اُن کے کان میں چپکے سے کہا کہ مجھ کو بھی دربار میں جانا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ گھوڑا ہے، آپ اس پر سوار ہو جائیں۔ ...... ہم دونوں جب جہلم پہنچے تو وہاں ریل تھی۔ ملک فتح خاں مرحوم تو راولپنڈی چلے گئے۔ مَیں نے کہا: مَیں تو دلّی جاتا ہوں۔ میرے کپڑے بہت میلے ہو گئے تھے اس لئے مَیں نے اپنے کپڑے اتار کر ملک حاکم خاں تحصیلدار جہلم کا ایک پاجامہ، پگڑی اور کوٹ پہن لیا جس کے نیچے کرتہ نہ تھا۔ مَیں سیر کے لئے نکلا اور ٹہلتا ہوا اسٹیشن جہلم پر پہنچا۔ مَیں نے اسٹیشن پر کسی سے پوچھا کہ لاہور کا تھرڈ کلاس کا کیا کرایہ ہے؟ معلوم ہوا کہ پندرہ آنہ۔ اس کوٹ کی جیب میں دیکھا تو صرف پندرہ آنہ کے پیسے پڑے تھے۔ مَیں نے ٹکٹ لیا اور لاہور پہنچا۔ یہاں بڑی گھمسان تھی کیونکہ لوگ دربار کے سبب دہلی جارہے تھے۔ ٹکٹ ملنا محال تھا اور میری جیب میں تو کوئی پیسہ بھی نہ تھا۔ ایک پادری جن سے کسی مرض کے متعلق طبی مشورہ دینے کے سبب میری پہلے سے جان پہچان تھی، اسٹیشن پر مل گئے۔ ان کا نام گولک ناتھ تھا۔ انہوں نے کہا: آپ کہاں جاتے ہیں؟ ٹکٹ تو بڑی مشکل سے ملے گا۔ مَیں نے کہا مجھ کو دہلی جانا ہے۔ گولک ناتھ نے کہا: مَیں جاتا ہوں اور ٹکٹ کا انتظام کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ گئے اور بہت ہی جلد ایک ٹکٹ دہلی کا لائے۔ مَیں نے ٹکٹ ان سے لیا اور جیب میں ہاتھ ڈالا تو پادری صاحب کہنے لگے "آپ میری ہتک نہ کریں، معاف کریں"۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ اگر پیسے دیں گے تو میری ہتک ہوگی۔ "مَیں اس کے دام نہ لوں گا اور مَیں بھی تو دہلی ہی جاتا ہوں، رستہ میں دیکھا جائے گا"۔ مَیں رستہ میں ان کو تلاش کرتا رہا، وہ نظر نہ آئے اور دہلی کے اسٹیشن پر بھی باوجود تلاش کے مجھ کو نہ ملے۔ اسٹیشن پر اترا تو عصر کا وقت تھا۔ مَیں آہستہ آہستہ اُس سڑک پر چلا جس پر رؤسا کے خیمے نصب تھے۔ مَیں غالبًا پانچ میل نکل گیا۔ اب چونکہ آفتاب غروب ہونے کو تھا۔ مَیں نے واپسی کا ارادہ کیا۔ اتنے میں ایک سپاہی جو حضرت منشی جمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ملازم تھا، دوڑتا ہوا میرے پاس آیا اور کہا کہ آپ کو منشی صاحب بلاتے ہیں۔ انہوں نے آپ کو دیکھ کر مجھے بلانے کے لئے بھیجا ہے۔ مَیں نے کہا: اب تو وقت تنگ ہے، مَیں کل، انشاء اللہ تعالیٰ، اُن کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ اُس نے کہا کہ وہ بہت اصرار سے آپ کو بلاتے ہیں۔ مَیں نے پھر بھی کہا کہ کل آؤں گا۔ اُس نے کہا: پاس ہی تو اُن کا خیمہ ہے، آپ ذرا تکلیف کرکے خود ہی اُن سے عذر کرلیں۔ جب مَیں گیا تو وہ حسب عادت بڑی ہی مہربانی سے پیش آئے اور فرمایا کہ میرا ایک نواسہ محمد عمر نام بیمار ہے۔ آپ اس کو دیکھیں۔ مَیں نے کہا کہ مَیں کل آکر دیکھوں گا۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ آج رات کو یہیں رہیں، کل ہم آپ کے مکان پر چلیں گے۔ چنانچہ میرے لئے علیحدہ ایک آرام دہ خیمہ کھڑا کردیا اور اگلے روز چونکہ جمعہ تھا، انہوں نے یہ سمجھ کر کہ مکان پر جانے سے تو اس کو ہم نے روک لیا ہے، راتوں رات ہی میرے لئے کپڑے تیار کرادیئے جو مَیں نے اگلے روز پہن لئے۔ .... مَیں نے (انہیں) کہا کہ مَیں تھوڑے ہی دنوں آپ کے پاس رہ سکتا ہوں اور میاں محمد عمر کے رسولی ہے، یہ بہت دنوں کے بعد جائے گی اور مَیں گھر میں اطلاع دے کر بھی نہیں آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ ضرور ٹھہریں اور گھر کے لئے پانسو روپیہ کا نوٹ بھیج دیں۔ مَیں بہت گھبرایا کہ ہم تو بارہ سو کے مقروض ہو کر نکلے تھے اور یہ تو پانسو ہی دیتے ہیں۔ شائد یہ وہ جگہ نہیں جہاں ہمیں جانا ہے۔ خیر مَیں نے وہ نوٹ تو اُس ہندو کو بھجوادیا اور گھر میں لکھا کہ آپ مطمئن رہیں۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد منشی صاحب نے سات سو روپیہ اور دیا۔ اور مجھ سے کہا کہ جس طرح ممکن ہو آپ بھوپال تک چلیں۔ مَیں نے سمجھا کہ میرا قرضہ تو پورا ہو ہی گیا ہے اب جہاں چاہیں جاسکتے ہیں۔

(مرقاۃ الیقین فی حیاتِ نورالدین، صفحہ ۱۴۵ تا ۱۴۹)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جیسا عشق تھا اور جو محبت تھی کوئی اور ثانی نہیں۔ حال میں بھی نہیں، نہ اس زمانے میں تھا، آخر زمانے تک، آخرین کا زمانہ بھی ختم ہو گا مگر حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ جیسا عشق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور کسی کا ہونا ممکن نہیں۔ بہت ہی عشق اور لاڈ کا مقام حاصل کیا تھا آپ نے۔ کبھی بہت ہی پیار سے 'ہمارا مرزا' کہہ دیا کرتے تھے۔ کبھی پورا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے حیرت انگیز القابات سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کیا کرتے تھے۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جس قدر آدمی ہیں سب کو حضور علیہ السلام سے اپنے اپنے طریق پر محبت تھی مگر جس قدر ادب و محبت حضور سے حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کو تھی اس کی نظیر تلاش کرنی مشکل ہے۔ چنانچہ ایک دن مَیں حضرت مولوی صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں ذکر ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی دوست کو اپنی لڑکی کا رشتہ کسی احمدی سے کر دینے کے لئے فرمایا۔ مگر وہ دوست راضی نہ ہوا۔ اتفاقاً اس وقت مرحومہ امۃ الحیٔ صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی جو اس وقت بہت چھوٹی تھیں کھیلتی ہوئی سامنے آ گئیں۔ حضرت مولوی صاحب اس دوست کا ذکر سن کر جوش سے فرمانے لگے کہ "مجھے تو اگر مرزا کہے کہ اپنی لڑکی کو نہالی کے لڑکے کو دے دو تو مَیں بغیر کسی انقباض کے فوراً دے دوں گا"۔ اب نہالی وہاں جمعدارنی تھی۔ تو اندازہ کریں کہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے عشق کا کیا عالم تھا۔ مجھے تو اگر مرزا کہے کہ اپنی بیٹی کو نہالی کے سپرد کر دوں تو مَیں وہ بھی کر دوں گا۔ پھر میر صاحب لکھتے ہیں کہ اب "نتیجہ دیکھ لو کہ بالآخر وہی لڑکی حضور علیہ السلام کی بہو بنی اور اس شخص کی زوجیت میں آئی جو خود حضرت مسیح موعودؑ کا حسن و احسان میں نظیر ہے"۔ (حیات نور صفحہ ۱۸۸۔۱۸۹)

جناب محمد صدیق صاحب آف میانی فرماتے ہیں کہ "ایک دفعہ جب آپؓ مَطب میں بیٹھے تھے، ارد گرد لوگوں کا حلقہ تھا، ایک شخص نے آکر کہا کہ مولوی صاحب! حضورؑ یاد فرماتے ہیں۔ یہ سنتے ہی اس طرح گھبراہٹ کے ساتھ اٹھے کہ پگڑی باندھتے جاتے تھے اور جوتا گھسیٹتے جاتے تھے۔ گویا دل میں یہ تھا کہ حضورؑ کے حکم کی تعمیل میں دیر نہ ہو۔

پھر جب خلیفہ ہو گئے تو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "تم جانتے ہو نورالدین کا یہاں ایک معشوق ہوتا تھا جسے مرزا کہتے تھے۔ نورالدین اس کے پیچھے یوں دیوانہ وار پھرا کرتا تھا کہ اسے اپنے جوتے اور پگڑی کا بھی ہوش نہیں ہوا کرتا تھا"۔ (حیات نور۔ صفحہ ۱۸۹)

ماسٹر اللہ دتا صاحب سیالکوٹی کا بیان ہے کہ:

"۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء کا واقعہ ہے کہ مَیں دارالامان میں موجود تھا۔ ان دنوں ایک نواب صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں علاج کے لئے آئے ہوئے تھے جن کے لئے ایک الگ مکان تھا۔ ایک دن نواب صاحب کے اہلکار حضرت مولوی صاحب کے پاس آئے جن میں ایک مسلمان اور ایک سکھ تھا اور عرض کیا کہ نواب صاحب کے علاقہ میں لاٹ صاحب آنے والے ہیں۔ آپ ان لوگوں کے تعلقات جانتے ہیں اس لئے نواب صاحب کا منشاء ہے کہ آپ ان کے ہمراہ وہاں تشریف لے جائیں۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ مَیں اپنی جان کا مالک نہیں۔ میرا ایک آقا ہے۔ اگر وہ مجھے بھیج دے تو مجھے کیا انکار ہے۔ پھر ظہر کے وقت وہ اہلکار مسجد میں بیٹھ گئے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے اپنا مدّعا بیان کیا۔ حضورؑ نے فرمایا: اس میں شک نہیں کہ اگر ہم مولوی صاحب کو آگ میں کودنے یا پانی میں چھلانگ لگانے کے لئے کہیں تو وہ انکار نہ کریں گے لیکن مولوی صاحب کے وجود سے یہاں ہزاروں لوگوں کو ہر وقت فیض پہنچتا ہے۔ قرآن و حدیث کا درس دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ سینکڑوں بیماروں کا ہر روز علاج کرتے ہیں۔ ایک دنیاداری کے کام کے لئے ہم اتنا فیض بند نہیں کر سکتے۔

اس دن جب عصر کے بعد درس قرآن مجید دینے لگے تو خوشی کی وجہ سے منہ سے الفاظ نہ نکلتے تھے۔ فرمایا "مجھے آج اس قدر خوشی ہے کہ بولنا محال ہے اور وہ یہ کہ مَیں ہر وقت اس کوشش میں لگا رہتا ہوں کہ میرا آقا مجھ سے خوش ہو جائے۔ آج میرے لئے کس قدر خوشی کا مقام ہے کہ میرے آقا نے میری نسبت اس قسم کا خیال ظاہر کیا ہے کہ اگر نورالدین کو آگ میں جلائیں یا پانی میں ڈبو دیں تو پھر بھی وہ انکار نہیں کرے گا"۔ (حیات نور صفحہ ۱۸۷۔۱۸۸)

اطاعتِ امام کی ایک اور نادر مثال۔ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۰۵ء کو حضرت اقدس، اُمّ المومنینؓ کو آپ کے خویش و اقارب سے ملانے کے لئے دہلی تشریف لے گئے۔ ابھی دہلی پہنچے چند ہی دن ہوئے تھے کہ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ بیمار ہو گئے۔ اس پر حضور کو خیال آیا کہ اگر مولوی نورالدین صاحب کو بھی دہلی بلا لیا جائے تو بہتر ہو گا۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب کو تار دلوا دیا جس میں یہ الفاظ تھے کہ "Reach Immedialely" کہ فوری طور پر پہنچو۔ اب Immediate کا جو ترجمہ پیش کیا گیا وہ یہ تھا کہ بلا توقف یہاں آ جاؤ۔ جب یہ تار قادیان پہنچا تو حضرت مولوی صاحب اپنے مَطب میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس خیال سے کہ حکم کی تعمیل میں دیر نہ ہو۔ اسی حالت میں فوراً چل پڑے۔ نہ گھر گئے، نہ لباس لیا، نہ بستر لیا۔ اور لطف یہ ہے کہ ریل کا کرایہ بھی پاس نہ تھا۔ گھر والوں کو پتہ چلا تو انہوں نے پیچھے سے ایک آدمی کے ہاتھ کمبل بھجوا دیا مگر خرچ بھجوانے کا انہیں بھی خیال نہ آیا اور ممکن ہے گھر میں اتنا روپیہ ہو بھی نہ۔ جب آپ بٹالہ پہنچے تو ایک متمول ہندو رئیس نے جو گویا آپ کی انتظار ہی کر رہا تھا عرض کی کہ میری بیوی بیمار ہے مہربانی فرما کر اسے دیکھ کر نسخہ لکھ دیجئے۔ فرمایا میں نے اس گاڑی پر دہلی جانا ہے۔ اس رئیس نے کہا کہ میں اپنی بیوی کو یہاں ہی لے آتا ہوں۔ چنانچہ وہ لے آیا۔ آپ نے اسے دیکھ کر نسخہ لکھ دیا۔ وہ ہندو چپکے سے دہلی کا ٹکٹ خرید لایا اور ایک معقول رقم بطور نذرانہ بھی پیش کی۔ اور اس طرح سے آپ دہلی پہنچ کر حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

(حیات نور صفحہ ۲۸۵،۲۸۶)

ایک روایت ہے کہ آپ نے بھیرہ پہنچ کر ایک بہت بڑے پیمانہ پر شفاخانہ کھولنے کا ارادہ فرمایا اور اس کے لئے ایک عالیشان مکان بنوانا شروع کیا۔ ابھی وہ مکان ناتمام ہی تھا کہ آپ کو کچھ سامان عمارت خریدنے کے لئے لاہور جانا پڑا۔ لاہور پہنچ کر جی چاہا کہ قادیان نزدیک ہے حضرت اقدس سے ملاقات بھی کر لیں۔ مگر چونکہ بھیرہ میں ایک بڑے پیمانہ پر تعمیر کا کام جاری تھا اس لئے بٹالہ پہنچ کر فوری واپسی کی شرط پر کرائے کا یکّہ لیا۔ جب حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو قبل اس کے کہ آپ واپسی کی اجازت مانگتے حضور نے خود ہی دوران گفتگو میں فرمایا کہ اب تو آپ فارغ ہو گئے ہیں۔ آپ نے عرض کیا: ہاں حضور! اب تو مَیں فارغ ہی ہوں۔ وہاں سے اٹھے تو یکّے والے سے کہہ دیا کہ اب تم چلے جاؤ۔ آج اجازت لینا مناسب نہیں ہے۔ کل پرسوں اجازت لیں گے۔ اگلے روز حضرت اقدس نے فرمایا کہ مولوی صاحب! آپ کو اکیلے رہنے میں تو تکلیف ہو گی آپ اپنی ایک بیوی کو یہاں بلوا لیں۔ آپ نے حسب الارشاد بیوی کو بلانے کے لئے خط لکھ دیا۔ اور یہ بھی لکھ دیا کہ ابھی میں شاید جلد نہ آسکوں اس لئے سر دست عمارت کا کام بند کر دیا جائے۔ جب آپ کی بیوی آئیں تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے لہٰذا آپ اپنا کتب خانہ بھی منگوا لیں۔ تھوڑے دنوں کے بعد فرمایا کہ دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پرانی ہے آپ اس کو ضرور بلا لیں..........۔ پھر ایک موقع پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ مولوی صاحب! اب آپ اپنے وطن بھیرہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ حضرت مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مَیں دل میں بہت ڈرا کہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ مَیں وہاں کبھی نہ جاؤں مگر یہ کس طرح ہو گا کہ میرے دل میں بھی بھیرہ کا خیال تک نہ آوے مگر آپ فرماتے ہیں کہ: "خدا تعالیٰ کے بھی عجیب تصرفات ہوتے ہیں۔ میرے واہمہ اور خواب میں بھی مجھے وطن کا خیال نہ آیا۔ پھر تو ہم قادیان کے ہو گئے"۔

حضرت ماسٹر عبدالرؤف صاحب بھیروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ بھیرہ کے کسی رئیس نے آپ کی خدمت میں چٹھی لکھی کہ مَیں بیمار ہوں اور آپ ہمارے خاندانی طبیب ہیں مہربانی فرما کر بھیرہ تشریف لا کر مجھے دیکھ جائیں۔ آپ نے اس رئیس کو لکھا کہ مَیں بھیرہ سے ہجرت کر چکا ہوں اور اب حضرت مرزا صاحب کی اجازت کے بغیر قادیان سے باہر کہیں نہیں جاتا۔ آپ کو اگر میری ضرورت ہے تو حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں لکھو۔ چنانچہ اس رئیس نے حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا۔ حضور نے فرمایا: مولوی صاحب! آپ بھیرہ جا کر اس رئیس کو دیکھ آئیں۔ جب آپ بھیرہ پہنچے تو اس رئیس کا مکان بھیرہ کے ارد گرد جو گول سڑک ہے اس پر تھا۔ اسے آپ نے دیکھا اور نسخہ تجویز فرما کر فوراً واپس تشریف لے آئے۔ یعنی بھیرہ کے باہر باہر ہی اس مریض کا گھر تھا جس کو آپ نے دیکھنا تھا۔ وہاں سے آپ چھوڑ کر بھیرہ میں داخل ہی نہیں ہوئے، نہ اپنے زیر تعمیر مکان کی طرف دیکھا، نہ عزیزوں سے ملاقات کی، نہ دوستوں سے ملے بلکہ جس غرض کے لئے حضرت اقدس نے آپ کو بھیجا تھا جب وہ غرض پوری ہو گئی تو فوراً واپس تشریف لے آئے۔ (حیات نور صفحہ ۱۸۵ تا ۱۸۷)

ایک روایت حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ "ایک مرتبہ ایک ہندو بٹالہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری اہلیہ سخت بیمار ہے از راہ نوازش بٹالہ چل کر اسے دیکھ لیں۔ آپ نے فرمایا حضرت مرزا صاحب سے اجازت حاصل کرو۔ اس نے حضرت کی خدمت میں درخواست کی۔ حضور علیہ السلام نے اجازت دی۔ بعد نماز عصر جب حضرت مولوی صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ امید ہے آپ آج ہی واپس آجائیں گے۔ عرض کی: بہت اچھا۔ بٹالہ پہنچے، مریضہ کو دیکھا۔ واپسی کا ارادہ کیا مگر بارش اس قدر ہوئی کہ جل تھل ایک ہو گئے۔ ان لوگوں نے عرض کی کہ حضرت! راستے میں چوروں اور ڈاکوؤں کا بھی خطرہ ہے۔ پھر بارش اس قدر زور سے ہوئی ہے کہ واپس پہنچنا مشکل ہے۔ کئی مقامات پر پیدل پانی میں سے گزرنا پڑے گا۔ مگر آپ نے فرمایا خواہ کچھ ہو۔ سواری کا انتظام بھی ہو یا نہ ہو، مَیں پیدل چل کر بھی قادیان ضرور پہنچوں گا کیونکہ میرے آقا کا ارشاد یہی ہے کہ آج ہی مجھے واپس قادیان پہنچنا ہے۔ خیر یکہ کا انتظام ہو گیا اور آپ چل پڑے مگر بارش کی وجہ سے راستہ

میں کئی مقامات پر اس قدر پانی جمع ہو چکا تھا کہ آپ کو پیدل وہ پانی عبور کرنا پڑا۔ کانٹوں سے آپ کے پاؤں زخمی ہو گئے مگر قادیان پہنچ گئے اور فجر کی نماز کے وقت مسجد مبارک میں حاضر ہو گئے۔ حضرت اقدس نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ کیا مولوی صاحب رات بٹالہ سے واپس تشریف لے آئے تھے"۔ قبل اس کے کہ کوئی اور جواب دیتا آپ فوراً آگے بڑھے اور عرض کی: "حضور! مَیں واپس آ گیا تھا"۔ یہ بالکل نہیں کہا کہ حضور! رات شدت کی بارش تھی، اکثر جگہ پیدل چلنے کی وجہ سے میرے پاؤں زخمی ہو چکے ہیں۔ اور میں سخت تکلیف اٹھا کر واپس پہنچا ہوں۔ بہر حال اپنی تکالیف کا ذکر تک نہیں کیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی پیروی میں واپس قادیان آ گئے۔

(حیات نور صفحہ ۱۹۰۔۱۹۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انکساری کس درجہ کی تھی۔ اس کے متعلق حضرت ڈاکٹر ظفر حسن صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

"حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد سعادت میں ایک دفعہ بعض مخالفین نے اعتراض کیا کہ مرزا صاحب اسلام کی ترقی اور تبلیغی وسعت کے متعلق تو بہت بلند بانگ دعوے کرتے ہیں لیکن آپ نے کچھ مسلمانوں کو اکٹھا کر کے اپنی جماعت کی شیرازہ بندی کر لی۔ اگر غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کرنے کا کام کرتے تو آپ کی سچائی کے متعلق غور کیا جا سکتا تھا۔ جب اس جہت سے کوئی کام نظر نہیں آتا تو بلا ثبوت دعاوی پر کون ایمان لا سکتا ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے اس اعتراض کا جواب دینے کے لئے حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ ایک فہرست اُن غیر مسلموں کی بھی تیار کی جائے جو ہمارے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔

چنانچہ حسب الارشاد حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک فہرست تیار کی، اب یہ ہے پڑھنے کا خاص مقام، جس میں کچھ اس قسم کے کوائف درج فرمائے:۔ موجودہ اسلامی نام، سابقہ نام، ولدیت، قوم، سابقہ سکونت وغیرہ۔

جب آپؓ نے یہ فہرست تیار کی تو سرِ فہرست اپنا نام درج فرمایا۔ جو غیر مسلموں سے مسلمان ہوئے ہیں ان میں سب سے پہلے اپنا نام لکھا:۔

موجودہ نام: نورالدین سابقہ نام: نورالدین ولدیت: مولوی غلام رسول

قوم: قریشی

سابقہ سکونت: بھیرہ ضلع شاہ پور وغیرہ

آپؓ کے نام کا پہلے نمبر پر اندراج دیکھ کر بعض احباب نے عرض کیا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے تو نو مسلموں کی فہرست تیار کرنے کا ارشاد فرمایا تھا اور آپ نے سر فہرست اپنا نام درج کر دیا ہے۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے بڑے جوش سے فرمایا کہ مجھے حقیقی اور اصل اسلام کا شرف تو حضرت اقدس علیہ السلام کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوا ہے اس لئے مَیں نے اپنا نام بھی اس فہرست میں درج کر دیا ہے"۔ (حیات نور صفحہ ۳۰۳تا۳۰۴)

اپنی خلافت کے بارہ میں بہت مستحکم یقین تھا اور اس کے بہت سے واقعات گزر چکے ہیں۔ پہلے بعض خطبوں میں بیان بھی کر چکا ہوں۔ جس طرح حضرت خلیفۃ المسیح اول نے مخالفین خلافت کو زیر کر دیا اور جب ان کی شرارتوں کا علم ہوتا رہا تو بعض دفعہ آپ نے مسجد میں کھڑے ہو کر ایسی زوردار تقریر کی کہ اس کے نتیجہ میں ان منافقین کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں اور ایک راوی نے روایت کی ہے کہ ایسی چیخم چہاڑ پڑی، اتنے زور شور سے وہ لوگ روتے تھے کہ لگتا تھا کہ چھت پھٹ جائے گی۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے فرمایا کہ تم اس وقت میرے عہد بیعت سے نکل چکے ہو۔ اب جو چاہے دوبارہ عہد بیعت کرے۔ چنانچہ پھر اس مسجد میں خاص موقعہ کی بیعت لی گئی جس میں دوسرے جو بھی مسلمان پہلے سے بیعت میں داخل تھے وہ بھی شامل ہوئے۔ مگر وہ ایک خاص منظر تھا جو خلافت کی حفاظت کے تعلق میں وہاں لوگوں نے دیکھا۔ مولوی محمد علی صاحب، مولوی صدرالدین صاحب وغیرہ وغیرہ بہت سے لوگ جو بعد میں غیر مبایع ہو گئے وہ بھی اس مجلس میں موجود تھے اور دراصل وہی مخاطب تھے۔ فرماتے ہیں:

"خدا نے جس کام پر مجھے مقرر کیا ہے مَیں بڑے زور سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب میں اس کُرتے کو ہرگز نہیں اتار سکتا۔ اگر سارا جہان اور تم بھی میرے مخالف ہو جاؤ تو مَیں تمہاری بالکل پرواہ نہیں کرتا اور نہ کروں گا"۔ (حیات نور صفحہ ۳۹۰)